



مكتبة  
الجامعة

**نیم گین** نے شرکت پتنگ پریس لاہور سے چھو اکر  
**انحراف پبلی کیشنز**  
 ۱/۱- ایل ڈی اے پلازہ، ۵۵- لارس روڈ لاہور سے شائعی



**Author :**

**Farah Shah**

Email: black\_buds2@yahoo.com  
[www.facebook.com/farah.shah.710](http://www.facebook.com/farah.shah.710)  
 Cell.No: +092 332 64 72 884

(جملہ حقوق بحق شاعرہ محفوظ ہیں)



سیدہ فرح شاہ

انحراف پبلیکیشنز لاہور، اسلام آباد



اہتمام اشاعت : **حسن حسین گیلانی**

نموداں : آغا زہرا لال (دہڑائیں)

سرورق : ٹل حسین شاہ

پروف ریڈنگ : آصف مقبول

تریکن وزیارش : قاسم حسن گیلانی

مشین خٹلی : محمد تقی حسن نقوی

تعداد : پانچ سو

قیمت : 400 روپے

## "Qiyaas "

(Urdu Poetry by )

**Syeda Farah Shah**

Printed by:

Shirkat Printing Press  
43/Nisbat Road,Lahore.

Price : 400 PKR( 45 \$)

Published by :

**JNHIRAAF PUBLICATIONS**

C/1LDA Flats55,Lawrance Road  
LAHORE.

**Cell :+333 650 9204**

H/no 106 St/13 Phase 1 Margla Town.

**ISLAM ABAD**

**Cell :+0300 514 5743**

E.Mail:

Inhiraaft\_publication@yahoo.com



انتساب!

اپنے بیٹے  
ڈاکٹر اسد نقوی  
کے نام!

لَهُمْ لِيْلَةٌ مُّبَارَكَةٌ

بھومن عاشقاں اب تک لمب دریا سلامت ہے  
ابھی پانی ہے آنکھوں میں ابھی گریہ سلامت ہے

شکستہ ہوں مگر پھر بھی یہ خال و خد نہیں بد لے  
خدا کا شکر ہے اب تک مرا چہرہ سلامت ہے

# عَكْسِ جَمَالٍ

11	سید، فرح شاہ کی شاعری کے چند نگ	جسمِ حفیظ
17	شانے خاتم عزوجل تعالیٰ	3
18	نعمت رسول مقبول ﷺ	4
20	سلام بخوبی امام علی مقام ﷺ	5
21	اس کی چاہت، اس کے پیار پیٹھیے کر کے	7
22	درہسم سے دینا رسم لگ کر بیٹھ گیا	8
23	تم نے جب فرقت یہاں ایجاد کی	9
24	میں نہیں کہا کمجبت خسرو رک	10
25	دشت کی اور فرج سایہ غشم گھنپتا ہے	11
26	اب تو منت بھی ذرا کام نہ آئی دیکھو	12
27	دفعہ عشق میں یہ باب نہیں رکھنے میں	13
28	ہجوم عاشقان اب تک لب دریا اسلامت ہے	14
29	مرے طیب نے مجھ سے کہا علاحدہ ہے	15

30	ترے بی واسطے دل شناس بُتی ہوں	16
31	من کی سچی دنیا ہے	17
33	خوشبوکب درکار ہوئی ہے یا رچنپیلی کو	18
34	بھی یہ پامالی دیکھ لیں	19
35	کب تک اٹھا نے پھر تری رہوں بار خشگی	20
36	ولی خوش گفتار نہیں ہوں	21
38	یوں جی کو لبھا تا تھا وہ اندازِ محبت	22
40	خوشیوں سے کچھ دیر کو جھوپی بھر لئی تھی	23
41	اب اس کے بعد کوئی بھی لمح قضا نہ ہو	24
43	آس خوشیوں کی ہم لکاتے میں	25
45	شہر نقشہ بنانا ہے مقتل کا	26
47	اے قصہ گو! کہانی کو دیکھ پ موڑ دے	27
48	تو کیا یہ طے ہے کہ جبانا پڑے کا جان سے بھی	28
50	یا شتر اک فرج اب نہیں گوارا نہیں	29
51	جب میں شاعری غنیمت ہے	30
53	ہر طرف دنیا پڑی ہے کوئی بھی رسائی نہیں	31
54	دل کی رو میں بہاںیا خود کو	32
55	کون کہتا ہے فقط وقت گزاری ہوئی ہے	33
57	عمر بھر ساتھ رہا اور پا کارا بھجو کو	34
59	جب بھی خود میں سمنئے الگتی ہوں	35
60	صد حیث ہے مجذوب پر جو روانہ نہیں ہوتا	36
61	سو، اب دیوار کے اندر سے پھر اک دزکا لوں گی	37
62	اتنی آہ و غماں نہیں ہوتی	38
64	محبت کی نشانی مل چکی ہے	39

65	دن پکھا تو کبھی رات پکھا جائے	40
67	ناز و نعم ملے ہیں تو بگلوے ہوئے ہو، ہاں	41
68	ہر لمحہ نیاز خم لگاتا ہے کہ ہوں میں	42
69	مری گرفت میں لمح جواک وصال کا تھا	43
71	کوچھ یار کی جانب سے جو مژہ دہ آیا	44
73	تمہاری یاد جو ہوتی تھی ہسم سفر مرے ساتھ	45
74	انھیں رغبت بھلا کیا ہو جس اس سے	46
75	تیسری منزل کے دراستہ ہوں میں	47
77	تومری جان، مرے دل میں سما نا، ہاں نا!	48
78	اسی خیال سے چھوڑی نہ جتواب تک	49
80	مقتل عشق میں کچھ اور نظر اڑا رہ ہوتا	50
82	جو تجھے دیکھ کے جیتے ہیں، لکھ جائیں گے؟	51
84	مجھے بھی کاش کہ فرقہ کا غم نہیں ہوتا	52
85	کہہ بغیر ہی سارا گماں سمجھتے ہیں	53
86	یونہی تو تعلق کو نہیں تو ڈیا تھا	54
87	ہجہ کی تازہ نشانی کو کہاں رکھا ہے	55
89	خیال یار کو جانوبنادیا گیا ہے	56
91	جب کسی شخص نے ظالم کی طرف داری کی	57
92	یہ علم تو اچھا نہیں، کچھ خوفِ خدا کر	58
94	اک تماشا میں آپ بھی ہسم بھی	59
96	تو کہے اور بس وہیں ٹھہر جاؤں	60
97	یہ مراد جدان اس سے بہرہ ور پہلے سے ہے	61
98	تمہارے نام پر کھا ہوا ہے	62
99	یوں نہیں ہے خود خود بنتا گیا	63

101	در دل یوں تو زمانے سے نہیاں ہوتا ہے	64
102	خوب ماہر ہو قریلے میں	65
104	سوچ کا پتھری بام فلک پر ہوتا ہے	66
106	ہر ایک موڑ پر جھیلایا ہے امتحان میں نے	67
108	یعنی ممکن ہے کوئی مجھ سائی پیاسالادے	68
109	جب بھی کچھ گھرے کو بھرتی ہوں	69
111	بے سبب، بے حساب عشقاؤے!	70
112	عجیب قصہ دلکیر سے جوئی ہوئی ہوں	71
113	دل میں اٹھتی رہی ہمک تیری	72
115	آنکھ کا کششوں اس نے بھردیا بارڈگر	73
116	بہار کم ہے تو سرو سکن ادھورے میں	74
117	سانسوں میں اک شور پہاہے	75
119	بکھی شراب، بکھی ساغزوں نے رقص کیا	76
121	پکارے جاری تھی جب کہ من آئم، کہ من دا نام	77
112	پھر وہ کم بخت کوئی حشر اٹھانے لگا ہے	78
123	کیا مظہر امٹھمار ہے قسمے	79
124	فردیات	80

## سیدہ فرح شاہ کی شاعری کے چند رنگ

اقبال نے کہا تھا:

**وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ**

**اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں**

علامہ کے اس شعر کی قیمتی کی پہلوں سے نمکن ہے لیکن مجھے حسن اتفاق سے گزشتہ کچھ عرصے میں کبھی کلام ایک اور جدید شاعرات کا کلام پڑھنے کے موقع ملے اور مجھے اندازہ ہوا کہ خاتین کی شعری دنیا بھی ایک الگ کائناتِ لفظ و معنی ہے۔ انہی میں سے ایک سیدہ فرح شاہ میں محترمہ فرح شاہ بھرات کے ایک معزز سادات گھرانے سے تعلق کھلتی ہیں اور تعلیمی و تدریسی میدان میں ایک عرصے سے نمایاں خدمات سر انجام دیتی آئیں۔ وہ اپنے کیریئر میں بڑی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو چکی ہیں۔ شاعری سے بھی ان کا تعلق بیا تو نہیں لیکن غالباً دیگر شاعرات کی طرح انہیں شعری سرگرمیوں میں شرکت کے موقع کم ملے اور کچھ ان کی اپنی مجبوریاں، مصروفیات اور دیگر مسائل آڑے آئے ہوں گے جن کے باعث وہ شعری میدان میں مستقل اور مسلسل نظر نہیں آئیں اور کم کام کر پائیں۔ ۲۰۱۰ء کے بعد جب فیس بک پر ادبا و شعر کی آمد سے بڑے پیمانے پر ادبی ماحول قائم ہوا اور نئے سے نئے ادبی فرمروں جو دیں آئے تو تم مشق اور مصروف شعرو اشاعرات کے لئے بڑی آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ اب وہ گھر پہنچے یا کیا ایک ادبی سرگرمیوں میں فعل ہو گئے۔ آن لائن تخلیقی پروگرام، مذاکرے، مباحثے، نئی نکات میں، جریدے اور مضمایں ان کی دسترس میں آگئے۔ تعلیم و تربیت کا ایک نیا پلٹ فارم قائم ہو گیا۔ انہی دنوں ”اخراف ادبی فرم“ ایک مصروف اور موقوف آن لائن ادبی گروپ کے طور پر سامنے آیا۔ ”اخراف“ نے پاکستان اور دنیا بھر سے نئے پرانے لکھنے والوں کی مشقِ لخچ کے لئے ایک ہفتہ وار آن لائن مشاعرے کا اجرا کیا جو تم وہیں گزشتہ ایک عشرے سے جاری و ساری ہے۔ اس مشاعرے میں اردو دنیا سے ہزاروں مشارق اور نوآموز تخلیق کار، خاص طور پر گھریلو اور عدیم الفرست شاعرات بھی شرکت کرتی رہی ہیں۔ نئے لکھنے والوں کے لئے یہ ایک عمدہ اور معیاری تربیت گاہ، ثابت ہوئی۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مختلط آج بھی اسی آن بان اور شان سے منعقد ہوتی ہے۔ محترمہ فرح شاہ اس مختلط کے ابتدائی شرکا میں شامل رہی ہیں۔ یہاں انہوں نے بیسیوں غریلیں کہیں جن میں سے کچھ منتخب کلام

زیر نظر شعری مجموعے میں بھی شامل ہے۔ وہیں ان سے مراثی تعارف ہوا اور ان کے کلام کو وقاً فقاً پڑھنے اور ان کے افکار سے منفید ہونے کے موقع ملے۔ میں پہلے بھی کہیں لکھ چکا ہوں کہ مشرق جمادات کے طسلم کا ایک سلسلہ دراز ہے۔ یہاں حسن کا تصور بھی باقی دنیا سے قدرے مختلف ہے۔ یہاں ملکوف حقیقتیں زیادہ محبوب ہیں۔ محبوب پھر سے زیادہ حسین ہیں اور حسین خوابوں کی دنیا میں جیت رہنا اعزاز و افتخار کی علامت ہے۔

سیدہ فرح شاہ کی شخصیت اور شاعری اسی جادو نگری کے دو عنصر ہیں۔ ہماری پیشہ متصرفانہ شاعری بھی حسن اور عشق کے محبوب اندھتوں کے تصور پر استوار ہے۔ درحقیقت ہمارا مشترق نظام شعرو فنکر بہت گھرا، حساس اور پررتا شیر ہے۔ اس کا سلسلہ رنگ کی نکاحوں کے بھیدے سے شروع ہو کر فلک کی آنکھ کے تک محيط ہے۔ یہاں حسن و عشق کی ہر واردات ہمہ رنگ بندبوں کی امین ہے، ہمہ بہت راستوں کا نشان اور ان دیکھی منازل کا نگل میل ہے۔ یہ معاملات اسرار ازال سے لے کر جلوہ ہائے ابد تک پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ عشق حقیقی کی صورت میں نظر آتے ہیں تو کہیں عشقِ محاذی کے روپ میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ قرطاس و قلم کی ان معجزہ نمایوں میں سے کچھ حصہ فرح شاہ کو بھی عطا ہوا ہے اس افتخار کے پس منظہ میں یقیناً ان کی اپنی شخصیت کا ہر ہنگی ضرور کارہ مار ہوگا۔ اس کا بہتر اندازہ وہ ہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں ان کی شخصت نصیب ہوئی ہو، ہر کیف عنایت کا یہ منصب ہر کس و ناکس کو نہیں ملتا یہ منتخب لوگوں کے لئے شخص ہے۔ فرح شاہ انہی منتخب افراد میں سے ہیں جنہیں شاعری کا اذان ملا اور اٹھارا کا قرینہ عطا ہوا۔ جانے وہ کون سا خوشگوار لمحہ ہوا جب ان کے دل سے یہ صد نکلی:

### خاشی کوون سنتا ہے فرح

### کس لیے چپ چاپ یوں پیٹھی رہوں

اس کے بعد فرح شاہ کا سفر نہیں رکا۔ وہ آہستہ یا تیزتر چلتی ہوئی اٹھارا کی پلڈ نڈی پر رواں دوال رہیں اور آخر کار آج ان کے شعری مجموعے کی اشاعت کا مرحلہ آگیا۔ یہاں کے سفر یا ایک اہم سنگ میل ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ فرح شاہ شخص ایک عورت یا ایک شاعر نہیں بلکہ ان کی ذات ایک بسیط کائنات کا نام ہے۔ شعروں کائنات کا شخص ایک جزو ہے جو ہمارے سامنے ظاہر ہوا۔ فرح شاہ کے فکری اور روحانی مناصب کا سلسلہ بہت طویل ہے لیکن ان میں سے اٹھارا ایک ایسی سرگرمی ہے جس میں تخلیق کار و سروں کو بھی ساقھے لے کر چلتا ہے اور فرح شاہ اس ہنر میں بھی کمال و بیتاں کی منزلوں کی طرف روانہ ہیں۔ شعر میں ان کے مضامین کی رسانی کی منازل کہاں سے کہاں تک ہیں، اس کی مثال کے لئے ان کا یہ شعر دیکھئے:

تصورات میں تکتی رہوں بھجور کے پیڑ  
تجھیلات میں چلتی رہے حضورؐ کی نعمت

مجھے تو یہ شعر ایک ایسی موج کی طرح لگا ہے جو آپ کو ساختہ بہا کر لے جائے۔ یوں لگتا ہے جیسے پوری کائنات آپ کے ساختہ ایک ہی نقطے کی جانب روایاں ہو۔ عشق رسولؐ کے موضوع پر اس نوع کام رسم اور بے مثال اظہار یہ کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

فرح شاہ کی شاعری کا مجموعی مزاج متعین کرنے کے لئے زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہیں پڑتی۔ چند اشعار سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کا راز ارحاس کی زمزمه پر داداں ہیں۔ انداز بیان پر غور کریں تو سب سے نمایاں بات یہ نظر آتی ہے کہ وہ اپنے شعر کی حد تک اظہار کی سادگی کی عدمہ مثال یہں۔ فکر کی پرکاری اور صوتی چاہک دستی اس پر مسخر ادیں۔ چنانچہ لمحتی میں:

ضرور دینجئے اس حوصلے کی داد مجھے  
کہ خود میں آگ سے گزدی اُسے گزار نہیں  
ہر طرف دنیا پڑی ہے کوئی بھی رستہ نہیں  
اے مرے ہمدرم اگر تو مجھ سے دابستہ نہیں  
مجھ کو تیری چھاؤں میں اپنا ٹھکانہ چاہیے  
میری چاہت کا بدل یہ ایک گلدستہ نہیں

فرح شاہ کی شاعری پر لکھتے ہوئے مجھے یہ بھجن بھی درپیش رہی ہے کہ میں اسے جدید کھوں یا روایتی۔ مجھے یہ شاعری دونوں میں سے کسی خانے میں فٹ ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ اس میں متوالی والی پیچیدگی ہے اور لکھنواںی زیادگاری۔ یہ تو روایتی فارسی مركبات کا پاندہ ہے، مخفی جدید دور کی قافیہ پیمائی۔ اس شاعری کا مودا شاعر کے آس پاس کے ماحول سے منسلک یا ان سے متعلق جذبات پر مشتمل ہے۔ گویا فرح شاہ کا شعری اثاثہ سرا سفر طری اور غیر مصنوعی ہے۔ یہ نامہ نہاد نظریہ سازی، ملمع کاری اور نعرے بازی سے مکمل طور پر تکی ہے۔ فرح شاہ نے صرف وہی کچھ پیہٹ کیا ہے جو حقیقت موجود ہے یا وہ جو ہماری مشرقی روایت اور عالمگیر انسانی اقدار کے تحت ہونا چاہیے۔ ان کا شعری نظریہ ممکنات پر مبنی ہے۔ وہ ممکنات جن کا تعلق حقیقی انسانی زندگی اور ہمارے سماج سے ہے۔ فرح شاہ کی شاعری کے تجزیے کے لیے مطلوبہ تنقیدی معیارات بھی وہی ہیں جو ہرقاری کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں۔ کوئی ناروایا گنجک پیچیدگی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرح شاہ شعر کو لطافت کی حدود کے اندر رکھنا چاہتی ہیں۔ اسے سیاسی یا سماجی نعروہ زنی کے لیے استعمال نہیں کرنا چاہتی ہے۔

دوسرے وہ اظہار کی معصومیت کو برقرار رکھنا اور ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھنا چاہتی ہیں اور اس میں وہ کما  
حق کامیاب بھی رہی ہیں:

من کی سچی دنیا ہے  
یہ پچپن کی دنیا ہے

یوں تو بقول شاعرہ :

ہر لڑکی کا اپنا جیون ہوتا ہے  
ہر لڑکی کی اپنی دنیا ہوتی ہے

لیکن میرا خیال ہے کہ فرح شاہ کی اس شعری تمثیل کی ہیر و ان ایک عام عورت ہے اس کا ایک ثبوت یہ  
ہے کہ ان کی شاعری میں صرف وہی جذبات پیش کیے گئے ہیں جو ایک مشرقی محبوبہ، بیوی، بیٹی یا  
مال بہن کے ہو سکتے ہیں۔ جو اپنے گھر بارکو ہی اپنی کل کائنات سمجھتی ہے۔ اس عورت کو جب پیار ملتا  
ہے تو وہ اپنے آپ کو کائنات کی مالک سمجھتی ہے۔ اس عورت کے مطالبات غیر حقیقی اور مادوائی نہیں  
لیکن اس کا پیار لا متناہی اور غیر قافی ہوتا ہے۔ وہ ہتھیں ہیں:

میری خواہش تھی کہ رکھتا وہ شراکت مجھے  
میرے حسے میں بجلے سارا خارہ ہوتا

کبھی وہ جنت کے خواب دیکھتی ہے اور کہیں یاد کاریشتمکات کر دکھاتی ہے۔ سیدہ فرح شاہ  
نے اپنے سارے کلام میں اسی عورت، وفا کی اسی پہلی کا قصہ بیان کیا ہے، دراصل فرح شاہ کو اپنے  
ای مخصوص مشرقی نظریہ حیات کی ہم آہنگی میں ہی شعر کہنا بھاتا ہے۔ جس کا نتیجہ وفا کی اس دستاویز کی  
صورت میں آپ کے سامنے ہے:

لگن میں تیرے ہاتھ سے بڑھ کے گرفت ہے  
یہ سخت گیر میری کلائی نہ توڑ دے

فرح شاہ کے کلام کا ایک اور پہلو نقاشی حوالے سے اس کی اہمیت ہے۔ اس کے کلام میں  
آپ کو جا بجا مشرقی تہذیبی و ثقافتی عناصر جملکت نظر آئیں گے کئی صعروں میں آپ کو پنجاب کی کسی  
یا موہنی کی موجودگی کا احساس ہو گا کہیں رشتول کی تقدیس نظر آئے گی اور کہیں عام معاشرتی سرگرمیوں  
کی جملک ملے گی۔ ذرا مطلع دیکھنے کے اس میں شاعرہ نے جیسے پورا پنجاب سmod یا ہو:

کی مٹھرا منٹھار ہے قے  
تو بھی کیا دلدار ہے قے

ایسے ہی ملٹھے ملٹھے دو اور اشعار دیکھئے۔ ان اشعار میں پائی جانے والی بے ساختگی اور بے تکلفی کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں:

تو مری جان مرے دل میں سمانا، ہاں ناں  
یہ ترا گھر بے بڑے شوق سے آنا، ہاں ناں  
یوں گزاروں گی محبت میں اسر کر دوں گی  
عمر رفت تو بھی لوٹ کے آنا، ہاں ناں

ان کے کلام میں کہیں شگفتہ فضا بھی اسی مقامی لمحے کی ایک زیر میں روکے طور پر مسلسل موجود رہتی ہے جو نہایت عمدہ اور دچکپ محسوس ہوتی ہے۔ کہیں کہیں اس میں مکالماتی انداز بھی نمایاں ہوتا جاتا ہے۔

بد لحاف، خدا تجھے پوچھئے  
قیراخ نہ خراب عشق و اے  
میں چکر پر چکر کا ٹھی رہتی ہوں  
دل پکل پر کار سے لگ کر بیٹھ گیا  
اس نے بھی بے دلی سے کیا تھا مجھے سلام  
میں نے بھی حال پوچھ کے تجھت تسامی

شعر کا جو ہر جذبہ ہوتا ہے اور جذبے کی گہرائی ہی شعر کی اصل قد معین کرتی ہے۔ جذبات کے اظہار میں ان کو ایک خاص ملکہ عطا ہوا ہے۔ ان کا جذبہ بظاہر ہمہ جہت نہ سی لیکن ہمہ گیر ضرور ہے اسی لئے جذبات نگاری نے ان کے کلام کو اور موثر اور پر تاثیر بینادیا ہے۔ یہ پہنڈ اشعار اس کی شہادت ہیں:

میں سلگتی بھی ہوں مروت سے  
حبل بھجوں تو دھواں نہیں ہوتی  
اب بھی آنکھوں میں جھاؤتی ہے فرح  
دل میں رکھے ہوئے چسرا غ کی لو  
جلی ضرور مگر میں سلگ نہیں پائی  
کہ چوبِ خشک میں اتنا بھی نہیں ہوتا  
اس کی خواہش ہے مجھے پڑھتا رہے  
میں عمارت کی طرح لکھی رہوں

شاید شاعری میں استعارے کے بعد سب سے زیادہ استعمال تجھیم یعنی پرسونی ٹکھیشن کا ہوتا ہے، اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ پوری کائنات اور اس کے لوازمات کو شعری دنیا میں لے آتی ہے۔ فرح شاہ اس کا استعمال بھی سلیقے اور ذہانت سے کرتی ہیں۔ اس تکنیک کو انہوں نے جا بجا خوبصورتی سے استعمال کیا ہے اور اچھے اشعار تخلیق کئے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

اس نے بھی بے دلی سے کیا تھا مجھے سلام  
میں نے بھی حال پوچھ کے جوت تسام کی

ایک اور جگہ کہتی ہیں:

پھر سے روٹھا ہوا اک درد گلے آن ملا  
مسیری آواز سُنی اور لپکتا آیا

اپنے اظہار کے اس پہلے پڑا و پر ادبی دنیا فرح شاہ کا خیر مقدم کرتی ہے۔ ہم تو قع رکھتے ہیں کہ انہوں نے چانغ جلانے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ جاری و مداری رہے گا اور اس کی روشنی افت تا افت چمکتی گی، مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو گا۔ یونکہ بقول فرح آن کی ”آواز قائم“ اور ”لبجہ سلامت“ ہے۔ اللہ کرے یہ آواز اور لبجہ تمیش قائم و دائم رہے۔

میں اب دیوار کے اندر نیا اک درد کا لوں گی  
میں اپنی چشم بینا سے کئی منظر نکالوں گی

**رحمٰن حفیظ** (اسلام آباد)

## شناختے خالق عزوجل تعالیٰ

جو ہر زیر و زبر کو جانتا ہے  
بھنوں میں بھی اسی کا آسمرا ہے

وہی ہر ابتدائی ابتداء ہے  
وہی ہر انتہائی انتہا ہے

جہاں میں نور ہے اس ذات حق کا  
کہ ہر بینا اسی سے دیکھتا ہے

مرے اندر کی گریں کھل لیں یہیں  
میرا ادراک کامل ہو رہا ہے

مرے مولا تو میری لاج رکھنا  
کرم کرنا فرح کی التحبا ہے

## نعتِ رسول مقبول ﷺ

ز ہے نصیب جو ہوتی رہے حضورؐ کی نعت  
یہ خاکار بھی لکھتی رہے حضورؐ کی نعت

اسی لیے تو خدا نے پڑھا درود وسلام  
کہ کائنات بھی پڑھتی رہے حضورؐ کی نعت

تصورات میں تلکتی رہوں بھجور کے پسٹر  
تخیلات میں چلتی رہے حضورؐ کی نعت

نبیؐ کی نعت سے سینہ مر ا منور ہو  
بہ فیضِ عشقِ دمکتی رہے حضورؐ کی نعت

برو زِ حشر و سیلہ ہماری بخشش کا  
نہیں بعید کہ بتی رہے حضورؐ کی نعمت

علاج روح کی پژمردگی کا ہے یہ فرح  
کہ اہتمام سے سنتی رہے حضورؐ کی نعمت

## سلام بحضور امام عالی مقام علیہ السلام

وہ جس کا کوئی نہیں ہے وہ آئے، پائے پناہ  
حسینؑ ابن علیؑ یہن ہماری جائے پناہ

یہ ان سے پوچھنے جن کا جہاں میں کوئی نہیں  
وہی بتائیں گے تم کو یہ نکلنے ہائے پناہ

وہ ظلمتوں کے مناظر فلک نے دیکھے ہیں  
مدام یہن ہے اس کا کہ ہائے ہائے پناہ

بروزِ حشر بھی سر پر علم کا سایہ ہو  
قبول کیجئے مولا ! یہ انتجائے پناہ

فرح امام زمانؑ کو ان کا پرسہ دیں  
سرور کی خاک تھی جن کے لئے رداۓ پناہ



اُس کی چاہت، اُس کے پس ار پہ تکیہ کر کے  
بھول گئی میں، اُس دلدار پہ تکیہ کر کے

وہ وارث ہے مجھ ایسی ساری چپڑیوں کا  
جو آڑتی میں، پالن ہار پہ تکیہ کر کے

یہ الفت کی بازی تم نے کھیلی ہے تو  
مت پکھتا و دنیا دار پہ تکیہ کر کے

لے گیا کوئی نیند آڑا کر ان آنکھوں کی  
سوئی تھی اک پہریدار پہ تکیہ کر کے

کیا معلوم تھا سارے راز آگل ڈالوگی  
تلہ کیا ہے تجھ دیوار پہ تکیہ کر کے



درہم سے دینار سے لگ کر بیٹھ گیا  
تو یہ کس آزار سے لگ کر بیٹھ گیا

اس کی اک تصویر لگ لی کمرے میں  
وہ میری دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا

سوچ رہی ہوں ڈر کتنا خوش قسمت ہے  
جو میرے دلدار سے لگ کر بیٹھ گیا

میں چکر پر چکر کا ٹھی رہتی ہوں  
دل، پگلا پگ کار سے لگ کر بیٹھ گیا

اس کو فرح اک لفظ نہیں کہہ پائی میں  
خون کوئی اٹھا ر سے لگ کر بیٹھ گیا



تم نے جب فرقت یہاں ایجاد کی  
ہم نے غم جھیلے بہت امداد کی

پیلی مجنوں ہیر را بخجا اصل میں  
داشتا نہیں ہیں ہمارے بعد کی

اس کو بھی شاید اسی را سس ہو  
ہے وہی حالت دلِ ناشاد کی

عشق دریا کا بہا و کم نہ ہو  
کام آجائے لگن فرہاد کی

ہم نے کب چاہا فرح آزاد ہوں  
مہربانا! ہم نے کب فریاد کی



میں نے نہیں کہا کہ محبت ضرور کر!  
اچھا ہے اپنے دل سے کدورت کو دور کر

اس دل کو اپنے یار کی چوکھٹ پڑال دے  
گر ہو سکے تو جان بھی نذر حضور کر

پوچھیں گے رفتگان سے اصلِ اصولِ عشق  
اے دل کوئی وظیفہ کشفِ قبود رکر

جب چاہے اس وجہ کو مشقِ ستم بنا  
جب چاہے ختہ حال کو زخمیوں سے چور کر

اک روز ٹوٹ جائے گا زعمِ انا فرح  
تیرے خلاف جائے گا جتنا غدر و رکر



دشت کی اور فرح سا یہ غم کھینچتا ہے  
اپنی جانب ہی مجھے نقش قدم کھینچتا ہے

ہجر کمخت یہ آئٹھیں نہ بہالے جائے  
یہ تو شاداب زمینوں بھی سے نہ کھینچتا ہے

ہر طرف شور ہے گلیوں میں عسلیٰ والوں کا  
ان فقیروں کو کوئی دستِ کرم کھینچتا ہے

میں تو اس دیس سے بھرت بھی نہیں کرسکتی  
ایسی شدت سے مجھے شہرِ الٰم کھینچتا ہے

میں فرح آپ ہی اس دام میں آ جاتی ہوں  
ورنہ صیاد تو زنجیر بھی کم کھینچتا ہے



اب تو منت بھی ذرا کام نہ آئی ، دیکھو  
وہ تو سنتا ہی نہیں میری ، دھائی دیکھو

عشق صاحب یہ مری جلوہ منائی دیکھو  
چوڑیاں دیکھو ، مرادست حنائی دیکھو

اس کے گلشن پہ بہت کام کیا ہے میں نے  
رنگ لائی ہے مری آ بد پائی دیکھو

اس محبت کو بس اک ھسیل سمجھنے والے  
تجھ سے بنتی ہے نال اب ، میری لڑائی دیکھو

وہ بھی اک بار فرح دل سے پکارے مجھکو  
میں بھی اک پل میں کھوں جان ! میں آئی دیکھو



دفترِ عشق میں یہ باب نہیں رکھنے ہیں  
مجھ کو درشی میں ترے خواب نہیں رکھنے ہیں

میرے ہونے کو مرے سارے عدو کافی ہیں  
اب یہ سوچا ہے کہ احباب نہیں رکھنے ہیں

جل ہی جائیں گے محبت کے سبھی پیٹ یہاں  
اس نے ٹھانی ہے کہ شادا ب نہیں رکھنے ہیں

دیکھاے ہجھ مجھے اب کے اجازت دے دے  
میں نے آنکھوں میں یہ سیلا ب نہیں رکھنے ہیں

اپنے جذبات کو لانا ہے سر آب فرح  
یہ سفینے ہیں جو غرقا ب نہیں رکھنے ہیں



بجوم عاشقال اب تک لب دریا سلامت ہے  
ابھی پانی ہے آنکھوں میں ابھی گریہ سلامت ہے

شکستہ ہوں مگر پھر بھی یہ غال و خذہسیں بد لے  
خدا کا شکر ہے اب تک مرا چہرہ سلامت ہے

محبت وہ کسوئی ہے جو فرآ جانچ لیتی ہے  
کوئی کتنا مکمل ہے کوئی کتنا سلامت ہے

مری غربیں، مری نظمیں مری صحیحیں، مسری شایں  
میں جس میں سانس لیتی ہوں وہ ہر رشتہ سلامت ہے

بہت آزار جھیلے ہیں مگر صد شکر ہے پھر بھی  
مری آواز قائم ہے، مرا لجھہ سلامت ہے



مرے طبیب نے مجھ سے کہا علاحدہ ہے  
یہ روگ اور ہے اس کی دوا علاحدہ ہے

وہ ابر نور و رقص صبا علاحدہ ہے  
سواس کے شہر کی ساری فضائی علاحدہ ہے

وہ بے مثال ہے اُس کی نظیر کوئی نہیں  
زمانے بھر سے مرادل ربا علاحدہ ہے

یہ کائنات ہے دنیا تے رنگ و بو لیکن  
جمال یار کی قوس قزح علاحدہ ہے

فراقِ یار کی دیوار میں پچنی گئی ہوں  
میں پر خلوص تھی، میری سزا علاحدہ ہے



ترے ہی واسطے اے دل شاس بُنٰتی ہوں  
میں لفظ گوندھ کے تیر الماس بُنٰتی ہوں

میں آفتاب کو لاتی ہوں اس زمیں کے قریب  
کرن کے سوت سے سحر اکی پیاس بُنٰتی ہوں

سماء عتوں کو لجھا تا ہے رس بھرا لجھے  
میں حرف و صوت میں ایسی مٹھا س بُنٰتی ہوں

میں بیٹھ جاتی ہوں تنہا شجر کے سامنے میں  
گھے دونوں کے پلٹنے کی آس بُنٰتی ہوں

کسی کی یاد میں چرخہ گھما رہی ہوں فرح  
خیال کات رہی ہوں قیاس بُنٰتی ہوں



من کی پھی دنیا ہے  
یہ بچپن کی دنیا ہے

سب کا درد بٹانے والی  
ایک اکیلی دنیا ہے

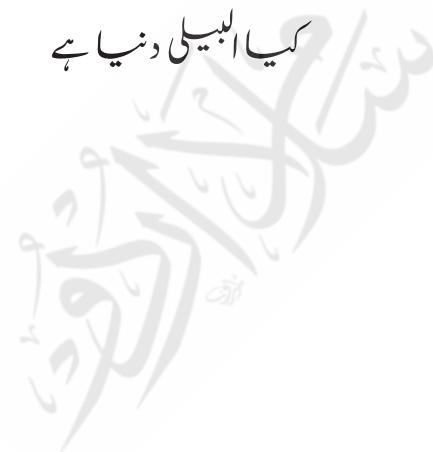
اس پاپن کو کچھ موت کہنا  
دیکھ سہیلی ! دنیا ہے

کس پر تکیہ کر پیٹھی ہو  
یہ تو پلکی دنیا ہے

میں ملکہ ہوں مسیری اپنی  
نتی نویلی دنیا ہے

رُوشنِ دان سے باہسر دیکھو  
کیسی اچھی دنیا ہے

عشق و محبت والی فرح  
کیا ابیسلی دنیا ہے



یہ جنوں رقص پر نہیں موقوف  
آنینہ عُکس پر نہیں موقوف

یہ محبت ہے ماورائے بدن  
یہ کسی شخص پر نہیں موقوف



خوشنبو کب در کار ہوتی ہے یا رچنپیلی کو  
تم بھی بھتچ رہے ہوا لئے بانس بریلی کو

اپنی جانب کھنچ رہی ہے وہ بے لوث محبت  
ایک سیلی آن ملنے گی ایک سہیلی کو

ساجن! میری آنکھوں سے اب ہاتھ ہٹا لے تو  
دیکھا میں نے بوجھ لیا ناں پیار پھیلی کو

جانے کون سی ریکھ قسم کھولنے والی ہو  
اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہی ہوں نرم ہتھیلی کو

سوچ رہی ہوں دریا سے ہی ربط بڑھا لیتی  
شاید جانا پڑ جائے اُس پار اکسیلی کو



کبھی یہ پانما لی دیکھ لینا  
ہماری چشم خالی دیکھ لینا

مجھے معلوم ہے تم آسمان ہو  
زمیں کی خشک سالی دیکھ لینا

ہمارا ذکر آتے ہی زبال پر  
تم اس چہرے کی لالی دیکھ لینا

بہت مہنگی پڑے گی آئیںوں کو  
ہماری خوش جمالی، دیکھ لینا

فرح یہ بے وفائی کس کی خُو ہے  
طرح یہ کس نے ڈالی دیکھ لینا



کب تک اُٹھا تے پھرتی رہوں بارِ خنگی  
دیوارِ خنگی ہوں، میں دیوارِ خنگی

سخن لَا ہے دل کے درپیوں میں جا بجا  
پیم غمِ فراق سے بازا رِ خنگی

عنقا ہے مدعا تو کہیں محمد حروف  
یہ خامشی ہے اصل میں اظہارِ خنگی

گھنا دیا ہے ہجرنے سارے وجود کو  
دیک زدہ بدن ہے سزا وارِ خنگی

کب تک سنبھالا دیتی رہوں گی میں ضبط کو  
کب تک فرح جیئے گا یہ بیمارِ خنگی



و لیسی خوش گفتار نہیں ہوں  
پھر بھی میں بیزار نہیں ہوں

میں کسی میں ہیر سیا لن  
میں بیلا میں ہار نہیں ہوں

قصہ گو یہ ذہن میں رکھنا  
میں ضمنی کردار نہیں ہوں

کھول سکو تو گھل جاؤں گی  
در ہوں میں دیوار نہیں ہوں

بیبا جان لیا ہے تو نے  
ایسی بھی بے کار نہیں ہوں

یہ تو فرح میں جان چکی تھی  
اُس کا پہلا پیار نہیں ہوں

فرح میں ترک تعلق پہ معترض تو نہیں  
مگر پست تو پلے ناکہ اب ہوا کیا ہے

یوں جی کو بھا تھا وہ اندرا زِ محبت  
میں نہ کے اٹھاتی تھی فرح نازِ محبت

لے جاتا ہے انساں کو پرے عرشِ بریس سے  
ٹو نے ابھی دیکھا نہیں اعجا زِ محبت

لب پر نہیں آنے دیا اُس آہ و فغاں کو  
ا قشنا نہیں ہونے دیا یہ را زِ محبت

کب سے اے مرے دل میں تجھے کوں رہی ہوں  
اے جان کے دشمن مرے ہمرازِ محبت

صد شکر کہ نیا تو کنارے سے لگی ہے  
 صد شکر کہ کام آئی تگ و تازِ محبت

شدت سے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے  
 اک دور سے آتی ہوئی آوازِ محبت



خوشنیوں سے کچھ دیر کو جھولی بھر لی تھی  
آنگن میں سکھیوں کی ٹولی بھر لی تھی

میں چڑیا کیوں شاخ پیٹھی رہ جاتی  
جب اُس نے بندوق میں گولی بھر لی تھی

غم کی جب سوگات یہاں تقسیم ہوئی  
آگے بڑھ کر ہم نے جھولی بھر لی تھی

ایک اک کر کے سارے چکنا چور ہوئے  
دہن نے خوابوں سے ڈولی بھر لی تھی

اس دریا کا پانی اتنا میٹھا تھا  
ہم نے بھی اک آدھ گھڑوںی بھر لی تھی



اب اس کے بعد کوئی بھی لمحہ قضا نہ ہو  
اے دل! تو سوئے شہرِ محبت روانہ ہو

صرف نظر میں ایسے مردی عمر کٹ گئی!  
کھڑکا لا تھا جیسے کوئی دیکھتا نہ ہو

خلوت میں بھی ہوں میں ترے دل کے آس پاس  
تیرے قریب کوئی بھی مسیرے سوانہ ہو

یارب کسی کا بھر سے پالا نہیں پڑے  
یارب! کسی کے واسطے ایسی سزا نہ ہو

اک دوسرے کو پاس کھڑے دیکھتے رہیں  
اور گفتگو کو لفظ کوئی مل رہا نہ ہو

بے نام تلخیوں کو بُھلا بھی نہیں سکے  
اب آدمی کو ایسا بھی زعمِ انا نہ ہو

تجھ سے نظر ملی تو میرے دل کو یوں لا  
جیسے یہ عشق بھی کوئی صدیوں پر اانا ہو

وہ ربط بھی فرح کسی نعمت سے کم نہیں  
جس میں سوائے عشق کوئی مدد نہ ہو



آس خوشیوں کی ہسم لگاتے ہیں  
غم نہ جانے کہاں سے آتے ہیں

جس کو دنیا فریب کہتی ہے  
ہسم خود اپنی خوشی سے کھاتے ہیں

عشق مسروک ہے ان بلاوں کا  
رنج سارے ویں سے آتے ہیں

تیری فرقت سے ہارنے والے  
کا رِ دنیا میں دل لگاتے ہیں

ٹو گیا ہے تو اب یہ موسم بھی  
اپنے تیور بدلتے جاتے ہیں

جانے کیا ہے کہ کچھ ستارے سے  
میری پکوں پہ جملاتے ہیں

تازہ خوابوں کے درمیاں پھر سے  
آؤ دنیا نئی بناتے ہیں

شہر نقشہ بنا ہے مقتل کا  
ہورہا ہے گمان جنگل کا

اور دل کی مساد بر آئی  
ایک آنسو کھین سے کیا ڈھلا کا

دل کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے  
چچھ بھروسہ نہیں ہے پاگل کا

مے کشی میں غزور اچھا نہیں  
دیکھ سا گرد کو اور مت چھلکا

بھر آنھیں بھی لے اڑا میری  
رنگ بھی اڑا گیا ہے کا جبل کا

آج پھر سے غزل کی توفیر  
بو جھ من کا ہوا ہے کچھ ہلا

اپنا کوئی مفاد بھی پیش نظر نہیں  
میری طلب خلوص ہے، علی و گھر نہیں

سانسوں پر اختیار دیا ہے تجھے، سو لے  
چاہوں تو یہ بھی چھین لوں تجھ سے مگر، نہیں



اے قصہ! گو کہانی کو دچپ موڑ دے  
لکھ ایسا واقعہ جو ہمیں پھر سے جوڑ دے

کنگن کی یہ گرفت ترے ہاتھ کی سی ہے  
یہ سخت گیر مسیری کلائی نہ توڑ دے

چپکا ہوا ہے جان سے یوں بھرنا مسراد  
ممکن ہے یہ بدن سے لہوتک پھوڑ دے

میں دیکھتی ہوں روز فلک ٹوٹتا ہوا  
یہ خواب نیں دیں کہیں آنکھیں نہ پھوڑ دے

جودے سکے نہ مجھ کو فرح عمر بھر کا ساتھ  
بہتر ہے وہ ابھی سے مرا ہاتھ چھوڑ دے

تو کیا یہ طے ہے کہ جانا پڑے گا جان سے بھی  
گزر تو آئی ہوں فرقت کے امتحان سے بھی

فنا میں ہر کہیں بار و د بھر دیا گیا ہے  
پر ند گان تو جائیں گے اب آڑان سے بھی

مرا تو دل بھی اُسی بے وفا کا حسامی ہے  
یہ بے لحاظ ہے بڑھ کرمے گان سے بھی

میں فن شاس ہوں ہر خوش سخن کو پڑھتی ہوں  
معاصرین سے نسبت ہے، رفگان سے بھی

اگر چہ تو نے مر امان تک نہیں رکھ  
بھی شنا ہے یہ شکوہ مسری زبان سے بھی؟

وہ بے وفا بھی مجھے چھوڑنے پر مائل ہے  
فرح میں جاؤں گی اب کے تو خاندان سے بھی

اب کو زہ گر بھی سر کو بنانے سے پیشتر  
باریات ڈھونے کو شانے بنائے گا



یہ اشتراک فرح اب ہمیں گوارا نہیں  
وہ اب کسی کا بھی ہوتا رہے، ہمارا نہیں

ضرور دیجئے اس حوصلے کی داد مجھے  
کہ خود میں آگ سے گزری اُسے گزارا نہیں

وفا کے باب میں سودوز یاں نہیں ہوتے  
سواس میں جان بھی جانتے تو کچھ خارہ نہیں

یہ ربط وہ ہے جو قائم فقط خلوص سے ہے  
کہ اس ستون کی بنیاد اینٹ گارا نہیں

میں اس سفر پر چراغوں کے ساتھ نکلوں گی  
اگر چہ حق میں مسرے کوئی اختیار نہیں

جبر میں شاعری غنیمت ہے  
دہر میں روشنی غنیمت ہے

جو بھی آنکھ سے نہیں ڈھلاکا  
اشک وہ آخری غنیمت ہے

اب تو قحط الرحال ایسا ہے  
ایک بھی آدمی غنیمت ہے

آپ کی شمنی اثاثہ ہے  
آپ کی دوستی غنیمت ہے

جان لیوا ہے آگی کاغذ اب  
آج بھی گمرہی غنیمت ہے

ہم نشیں جس میں تو میسر ہو  
شام وہ سرمئی غنیمت ہے

عہد حاضر میں تم اگر سمجھو  
مجلس باہمی، غنیمت ہے



ہر طرف دنیا پڑی ہے کوئی بھی رستہ نہیں  
اے مرے ہمدم اگر تو مجھ سے والستہ نہیں

مجھ کو تیری چھاؤں میں اپنا ٹھکانہ چاہیے  
میری چاہت کا بدل یہ ایک گلستہ نہیں

ابنجانے کس نے چھینا ہے ترا یہ بالکپن  
ابنجانے کیوں مجھے تو دیکھ کر ہتنا نہیں

پھر سفر ہی کس لیے ہے کس لیے تیار یاں  
تو اگر ہمارا ہ چلنے پر کمر بستہ نہیں

یوں تو میں بھی کہہ چکی ہوں بیسیوں غلیں فرح  
اُن میں لیکن کوئی بھی اس جیسی برجستہ نہیں



دل کی رو میں بہا لیا خود کو  
کس ڈگر پر چلا لیا خود کو

جو بھی غم تھا اُسے نہاں رکھا  
جو بھی دکھ تھا سننا لیا خود کو

تیری خواہش کا احترام کیا  
میں نے زینہ بنالیا خود کو

میں نے غالب کی بات مانی ہے  
غم کا عادی بنالیا خود کو

اپنے پاؤں پڑی رہی ہوں فرج  
میں نے آخر منا لیا خود کو

کون کہتا ہے فقط وقت گزاری ہوئی ہے  
میں نے یہ عمر ترے عشق میں ہاری ہوئی ہے

مجھ کو چلتے ہوئے محسوس نہیں ہوتا تھا  
کیسے بھرت مرے اعصاب پہاری ہوئی ہے

میں جدائی کی اذیت کو سمجھ سکتی ہوں  
زندگی میں نے بھی فرقت میں گزاری ہوئی ہے

سب سے ممتاز کیا میری طلب نے اُس کو  
اب کے عشق میں جب رائے شماری ہوئی ہے

یہ محبت بھی مرے ہاتھ کی پُر وردہ ہے  
اس کی یہ مانگ مسری خود کی سنواری ہوئی ہے

تیری چاہت میں سنوارا ہے غزل کو میں نے  
آذرا دیکھ! کہ کیا گوٹا کناری ہوئی ہے

یہ کس نے پاؤں تلے سے زمین کھینچی ہے  
میں بے امان ہوں دیوار و در کے ہوتے ہوئے

مجھے قس کی فض راس آ گئی شاید  
نہیں ہے طاقت پرواز، پر کے ہوتے ہوئے

وہ اپنے ڈعمانا سے نہیں نکل پایا  
فرح میں تنہار ہی ہسم سفر کے ہوتے ہوئے



عمر بھر سا تھر ہا اور پکارا مجھ کو  
ہو گیا عشق جو دنیا سے زالا مجھ کو

جادِ لاتجھ کو ترے حال پہ چھوڑا میں نے  
اب تو کچھ چین سے رہنے دے خدا راجھ کو

میں نے چھیرا ہی نہیں دل سے لاگر رہنے دیا  
وہ ترا ہبھرو ہی جان سے پسیا راجھ کو

بس وہ لمحہ تھا مری جان پہ بھاری لمحہ  
ٹو نے کم بخت جہاں جیت کے ہارا راجھ کو

میں نے اس دل میں محبت کو آترتے دیکھا  
اس نے جس وقت مری جان پکارا راجھ کو

گرچہ عاشق تھا مگر شعر و سخن جانتا تھا  
اُس نے مصروع کی طرح جھٹ سے اٹھ لیا مجھ کو

پھر کسی خواب کی دنیا میں مجھے لے آیا  
عشق نے نیند کی گھانی سے نکالا مجھ کو

مجھ کو اک عمر لگی ہوش میں آتے آتے  
تو نے کس عالمِ ناسوت میں بھیجا مجھ کو

میں فرح اُس کے فریبوں میں کہاں آتی تھی  
اس تم گرنے بہت گھیر کے مارا مجھ کو



جب بھی خود میں سمنے لگتی ہوں  
ٹوٹتی ہوں ، بھرنے لگتی ہوں

اپنے بیوں کے خالی برتن کو  
تیری یادوں سے بھرنے لگتی ہوں

پاؤں رکھتی ہوں تیرے آنگن میں  
کہکشاں سے گزرنے لگتی ہوں

اسِ اعظم کا ورد کرتے ہوئے  
بہتے پانی پہ چلنے لگتی ہوں

میرے اندر چراغ روشن ہیں  
جن کی لو سے سورنے لگتی ہوں



صد حیف ہے محبنوں پر جو رسانہ میں ہوتا  
وہ بھی کوئی دریا ہے جو بہتا نہ میں ہوتا

تب دل پر اتر آتے ہیں اسرارِ محبت  
جب بیچ میں حائل کوئی پرداز نہ میں ہوتا

ہر کوئی تو ہوتا نہ میں تعظیم کے قابل  
ہر ایک کی چوکھٹ پر تو سجدہ نہ میں ہوتا

منسوب ہوا جو بھی درشا و نجف سے  
ملتا ہے اُسے وہ بھی جو لکھا نہ میں ہوتا

وہ دل کہ فرح جس میں محبت کی رمق ہو  
تہبا بھی اگر ہو تو وہ تہبا نہ میں ہوتا



سواب دیوار کے اندر سے پھر اک درنکا لوں گی  
میں اپنی چشم بینا سے نئے منظر نکا لوں گی

حیں خوابوں کی صورت جو مری آنکھوں کی زینت میں  
زمانہ دیکھتا ہو گا میں وہ گوہر نکا لوں گی

تمہارے بھر کی صورت جو اس سینے کے اندر ہے  
اگر کچھ بن پڑا مجھ سے تو وہ پتھر نکا لوں گی

میں خود کو گھنچ لاؤں گی اندر ہیری رات میں اک دن  
انہی تاریک رستوں پر میں اپنا ڈرنکا لوں گی

تمہاری دسترس سے جو بکل پائی کسی لمحے  
مجھے تم دیکھتے رہنا میں کیسے پر نکا لوں گی



اتنی آہ و فغاں نہیں ہوتی  
ورنہ الفت کھاں نہیں ہوتی

کوئی ایسا نگر نہیں دیکھا  
تیری خوشبو جہاں نہیں ہوتی

درد اتنا ہے اس کھانی میں  
یہ کسی سے بیان نہیں ہوتی

میں سلکتی بھی ہوں مروتے سے  
جل بجھوں تو دھواں نہیں ہوتی

عشق مجھ کو اگر نہ مل پا تا  
میں بھی شیر میں بیان نہیں ہوتی

میں نہیکھا ہے اس کے ہوتے ہوئے  
میرے منہ میں زبان نہیں ہوتی

اُس سے بولو مجھے مناتے فرح  
مجھ سے منت تو ہاں نہیں ہوتی

دل بھی بچہ بنا ہوا ہے فرح  
بات بے بات روٹھ جاتا ہے



مجبت کی نشانی مل چکی ہے  
ہمیں تو راگانی مل چکی ہے

میں رازِ گن نکال کو پا چکی ہوں  
ردائے لا مکانی مل چکی ہے

مسد انجام واضح ہو چکا ہے  
کہانی سے کہانی مل چکی ہے

کوئی مخفی خزانہ پالیا ہے  
تری تصویر یعنی مل چکی ہے

فرح مجھ کو یہ فرق تجھیلنا ہے  
سزا تاکلم ٹانی مل چکی ہے



دن پہ لکھا، تو بکھی رات پہ لکھا جائے  
کیا ضروری ہے کہ ہربات پہ لکھا جائے

دشت کی جملہ روایات کو یخبا کر کے  
ہجز ادوں کی مہمات پہ لکھا جائے

کوئی پوچھے بھی تو میں بات بدل لیتی ہوں  
مجھ سے کب تینی حالات پہ لکھا جائے!

یہ محبت کی کرامت ہے کہ اب نام ترا  
چچ بھی لکھوں تو مرے ہاتھ پہ لکھا جائے

اک قصیدہ ہو رقیم آن کو بُلّانے کے لیے  
دوسرا وقت ملاقات پہ لکھا جائے

میں نے لکھے نہیں شاہوں کے حکایت نامے  
سخت مشکل تھا خرافات پر لکھا جائے

آپ چاہیں تو دعاوں کو اکٹھا کرلوں  
آپ چاہیں تو مناجات پر لکھا جائے

یہ محبت کی وصیت ہے سو اے دستِ ہوا!  
اس کو ہر چھوٹ پر ہر پات پر لکھا جائے

جو مصائب کے لکھائی ہوں فرحاب ان سے  
کیسے ممکن ہے فتوحات پر لکھا جائے



ناز و نعم ملے میں تو بگوئے ہوتے ہو، ہاں  
شوخی پر خوب آج کل اترے ہوتے ہو، ہاں

ذوقِ جنون! دل ہی میں میرے محیط تھے  
صحرا میں آگئے ہو تو پھیلے ہوتے ہو، ہاں

سو، آئینے کو راس ہے عکسِ جمالِ یار  
دیکھا ہے اس نے آج تو نکھرے ہوتے ہو، ہاں

آنکھوں سے تو عیاں ہے سمجھی رتھگوں کا حال  
اب بھی ہمارے پیارے مکرے ہوتے ہو، ہاں

مچھ کو فرح سب آتے میں کس بل نکالنے  
تہما تمہیں کیا ہے تو سیدھے ہوتے ہو، ہاں



ہر لمحہ نیا زخم لگتا ہے کہ ہوں میں  
یہ عشق بھی اب روز جتا تا ہے کہ ہوں میں

یہ وصل کا موسم بھی عجباً ہے کہ اچانک  
آتا ہے مجھے یاد دلاتا ہے کہ ہوں میں

معراجِ تیقن ہے کہ اب میرا خدا بھی  
ہر موڑ پہ مجھ کو یہ دکھاتا ہے کہ ہوں میں

شممن کو یہ حیرت ہے کہ زندہ ہوں ابھی تک  
چپکے سے مجھے دیکھنے آتا ہے کہ ہوں میں

مجنوں کی ریاست ہے فرح شہرِ محبت  
وہ خاک اڑاتا ہے بتاتا ہے کہ ہوں میں



مری گرفت میں لمح جو اک وصال کا تھا  
عروج وقت پہ وہ ثانیہ زوال کا تھا

بڑے ڈُوق سے زخموں کی آبیاری کی  
اگر چہ خوف مجھے بھی تو اندر مال کا تھا

میں ایک آن میں صدیاں سمیٹ لائی تھی  
کسی کی روح تک اک فاصلہ خیال کا تھا

یہ اور بات کہ یاد میں نہیں سنبھالی گئیں  
مرے دماغ میں سودا تو دیکھ بھال کا تھا

ترے حضور میں عُشاق تو بہت سے تھے  
مگر اذال میں عجب مرتبہ بلاں ہیں کہ کا تھا

اسی کے نور سے یہ بھی فردوغ پاتے تھے  
ہر ایک رنگ ہی ممنون خوش جمال کا تھا

سو کم سنی میں سیا عشق نے شکار فرج  
یہ نا مراد تو رسیا ہی خام مال کا تھا



کوچہ یار کی جانب سے جو مژدہ آیا  
میری جانب بھی عجب جھونکا ہوا کا آیا

کیا بتاؤں کہ مری تشنہ لبی پوچھتی ہے  
میرے حصے میں ہی کیوں بھر کا صدر آیا

میں نے اس عشق کو پایا ہے تو ایسے خوش ہوں  
جیسے قارون کا ہاتھوں میں خزانہ آیا

میرا اس دشتِ محبت میں قدم رکھنا تھا  
بھر غم تھا کہ مری سمتِ امنڈتا آیا

ہو گئی بھر میں بے کار ریاضت میری  
بعد مدت بھی نہیں کام و ظیف آیا

پھر سے روٹھا ہوا اک درد گلے آن لگ  
میری آواز سنی اور لپکتا آیا

دل نے مصروف رکھا یوں تو بہت کاموں میں  
کارِ الفت میں مگر لطف جدا سا آیا

کسی کے بھر میں مرنا تو عسین جیسا ہے  
جنہیں فراق نے مارا وہ سب شہید ہوتے



تمہاری یاد جو ہوتی تھی ہم سفر مرے ساتھ  
و فرِ شوق میں چلتی تھی ریگوں رمرے ساتھ

مجھے یقین ہے تجھ کو خبر نہیں مری جان  
جو چال چلنے لگا ہے یہ نامہ بر مرے ساتھ

سو اس منڈیر پہ جلتے ہوئے چپڑا گول نے  
کبھی تورات گزاری کبھی سحر مرے ساتھ

ہوا تے دشت بھی میرا مقام جانتی ہے  
اسی لیے تو یہ چلتی ہے سربہ سرم مرے ساتھ

کبھی کھوں گی بہت خوش نصیب ہوں میں فرح  
کبھی تو ہو گا وہ ہر شام، ہر سحر میرے ساتھ



آنہیں رغبت بھلا کیا ہو جہاں سے  
اٹھائے جا چکے جو آستان سے

بڑا ہے یہ ترے و ہم و گماں سے  
جو دکھ چپا مری دیوارِ جاں سے

مرے واقف ہیں یہ روشن ستارے  
میں گزری تھی تمہاری کہنشاں سے

مرا کردار مرتا جا رہا ہے  
نکلوا ب مجھے اس داستان سے

یہ چپ کیوں سادھ کر پیٹھی ہوئی ہو  
فرح کچھ تو کھو اس مہرباں سے



تیسری منزل کہ راستہ ہوں میں  
کچھ بتا تو سہی کہ کیا ہوں میں

تیری اُبھی ہوئی کہانی کا  
ایک دلچسپ واقعہ ہوں میں

ہوش مجھ کو نہیں سمجھ پایا  
بے خودی تو بتا کہ کیا ہوں میں

تیرے سارے عسیوب جانتی ہوں  
تیری خاطر تو آئینہ ہوں میں

جب کارہرو ابھی نہیں پہنچا  
ایک پر پیچ راستہ ہوں میں

چند کرنوں کے انتشار میں ہوں  
صحیح کا ذبب کا جھٹپٹا ہوں میں

میرے اندر مدام گردش ہے  
اب گھلا ہے کہ دائرہ ہوں میں

جانتی ہوں تری ریاضت کو  
تیری چاہت ہوں مدعایا ہوں میں

تیری فرقت میں جی رہی ہوں فرح  
یوں محبت میں محبزہ ہوں میں



تو مری جان مرے دل میں سمانا، ہاں ناں  
یہ ترا گھر ہے بڑے شوق سے آنا، ہاں ناں

ہم نے جس درد کو جھیلا ہے تری فرقت میں  
اچھا لگتا ہے وہ سب تجھ کو سنانا، ہاں ناں

یوں محبت میں گزاروں کہ امر کر ڈالوں  
عمر رفتہ تو کبھی لوٹ کے آنا، ہاں ناں

اس کی تصویر اسے پھر سے دکھادی جائے  
پھر سے آباد ہو یہ آئینہ خانہ، ہاں ناں

میں اسی عہد میں زندہ ہوں فرج، پر اب تک  
دل میں تازہ ہے وہی زخم پُرانا، ہاں ناں



اسی خیال سے چھوڑی نہ جتو اب تک  
کسی کے فیض نے رکھا ہے سرخ روایت ک

اسی کے نام کے چرچے میں چارٹو میرے  
وہی ہے شہر میں موضوعِ گفتگو اب تک

بسی ہوتی ہے وہی لے ابھی تک آنگن میں  
یہاں پہ نغمہ سرا ہے وہ خوش گلو اب تک

تمہاری یاد کے معبد سے میں نہیں نکلی  
خیال و خواب کو رکھا ہے باوضواہ اب تک

میں تیرے دل میں چھپی بات کو بھی جانتی ہوں  
مرے مزانج کو سمجھا نہیں ہے تو اب تک

مسری نگاہ سے دیدار کی ہو س نہ گئی  
بھرا نہیں ہے کسی طور یہ سچواب تک

دلِ تباہ سے یاد میں نہیں نکالی گستین  
سلگ رہی ہے تھہ خاک جتواب تک

مقتلِ عشق میں کچھ اور نظر اڑا رہ ہوتا  
جان دے دیتے اگر ایک اشارہ ہوتا

ہم بتاتے تجھے تو قیر محبت کیا ہے  
کاش اس وقت ہمیں تو نے پکارا ہوتا

میری خواہش تھی کہ رکھتا وہ شرکت مجھ سے  
میرے حصے میں بھلے سارا خسارہ ہوتا

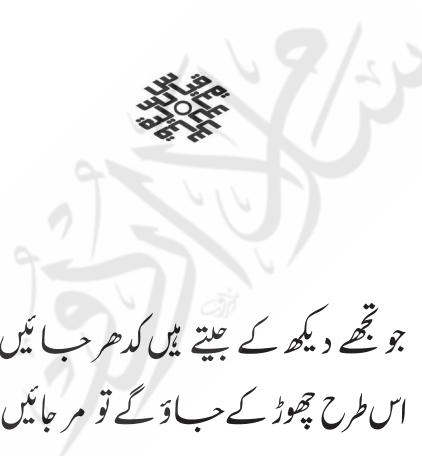
ہیر کی طرح تجھے دل میں سب کر رکھتی  
پھر مرادل ہی تراختت ہسنا رہ ہوتا

سرد لاشوں سے مجت نہیں رکھی جاتی  
جان ہوتی تو کوئی جان سے پیارا ہوتا

ہار جاتا وہ مرے سامنے جیون اپنا  
وہ مرے ساتھ فرح سارے کا سارا ہوتا

اب یہ نطق وہ ان تمہارے ہیں  
یہ ہمارے سخن تمہارے ہیں

ہم نے خوشبو تھیں عنايت کی  
یعنی سر و سمن تمہارے ہیں



جو تجھے دیکھ کے جیتے ہیں کہ حربا میں گے  
اس طرح چھوڑ کے جاؤ گے تو مر جائیں گے

کوچہ یا رہمیں اپنی طرف کھینچتا ہے  
اب زیارت کو وہاں بار ڈگر جائیں گے

یہ مرے اشک ترے غسم کی گواہی دیں گے  
ہسم وہاں لے کے یہی دیدہ تر جائیں گے

زندگی تیرے تعاقب میں بھٹکتے ہوتے لوگ  
سختیاں جھیلتے اس حبا سے گزر جائیں گے

مجھ کو اپناتے ہوتے یہ بھی ذرا دھیان میں رکھ  
تیرے ہمراہ مرے عیب و ہنر جائیں گے

جز ترے بھر کے اس راہِ محبت میں فرح  
جننے طوفان بھی آئیں گے گزر جائیں گے

خداۓ عشق تجھے سب سے معتبر جانا  
لٹا دیا ہے تو ے نام پر خنزیر نہ دل

اے میرے ذوقِ جنوں میں تری امان میں ہوں  
مہک رہا ہے تو ے فیض سے یہ سینہ دل



مجھے بھی کاش کہ فرقت کا غم نہیں ہوتا  
یہ شہر دل بھی رہیں الٰم نہیں ہوتا

وصالِ یار ہی قسمت میں کم میسر تھا  
و گرنہ کیا ہے جو ہم کو بہم نہیں ہوتا

ہزار شکوئے کیسے ہم نے خوب رو بھی لکھے  
ملاں دل تو کسی طور کم نہیں ہوتا

جبکی ضرور مگر میں سلگ نہیں پائی  
کہ چوب خشک میں اتنا بھجی نہیں ہوتا

میں اس لیے بھی مدرس بنی ہوئی ہوں فرح  
یہ فیض وہ ہے جو بُٹنے سے کم نہیں ہوتا



کہے بغیر ہی سارا گماں سمجھتے ہیں  
ہم ایسے لوگ ہی چُپ کی زبان سمجھتے ہیں

و ہی تو عشق میں پہلے اسیر ہوتے ہیں  
جو باشعور ہیں سود و زیاد سمجھتے ہیں

ہم امل بیت پہ جو کر بلا میں گزری ہے  
ہمارے کرب کو بس تشنگاں سمجھتے ہیں

تیرے مسزاج کے سب تیوروں سے واقف ہیں  
تیرے وجود کو وابستگاں سمجھتے ہیں

یہیں اُرتتے ہیں سب طاڑان درد فرح  
جو اس وجود کو جائے اماں سمجھتے ہیں



یونہی تو تعلق کو نہیں توڑ دیا تھا  
کچھ تو مرے جذبات کا بھی خون ہوا تھا

اب جان چکی ہوں کہ تو قسمت میں نہیں ہے  
ورنہ تری خاطر بھی تو کیا کیا نہ کیا تھا

اک روزن دیوار سے برسوں اسے دیکھا  
تب جا کے وہ منظر مری آنکھوں پکھلاتھا

سکھ چینِ صہانت میں رکھا جاتا تھا اپہلے  
اس کو چھڑا الفت کا بھی دستورِ حبادا تھا

تجددِ تعلق کا میں کیوں کرا سے کہتی  
جو عہدِ رفاقت ہی مسرا بھول چکا تھا



بھر کی تازہ نشانی کو کھاں رکھا ہے  
تم نے اس اشک قشانی کو کھاں رکھا ہے

جس میں پریال تھیں، پرندے تھے، ہرے پیر بھی تھے  
جانے پچن کی کھانی کو کھاں رکھا ہے

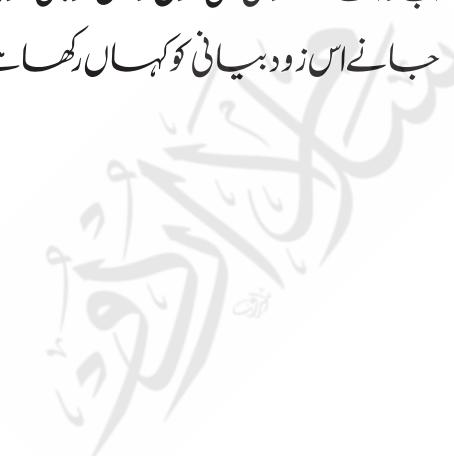
مجھ کو بتاؤ کہ زنجیر کھاں باندھی ہے  
شعر میں لشنا دھانی کو کھاں رکھا ہے

اب تو آئینہ بھی حیرت سے یہی پوچھتا ہے  
تم نے اس عہد جوانی کو کھاں رکھا ہے

نفس برآب ہیں مٹتے ہی چلے جاتے ہیں  
وقت نے صورتِ فانی کو کھاں رکھا ہے؟

دل گرفتہ ہوں تو چشمہ سا ابل پڑتا ہے  
دیکھ اس آگ نے پانی کو کھاں رکھا ہے

اب تو اک شعر بھی کہتی ہوں تو میں سوچتی ہوں  
جانے اس زود بیانی کو کھاں رکھا ہے



عداوت کچھ نہیں کہتی، محبت مار جاتی ہے  
فرج ہم کیا کریں، ہم کو مردوت مار جاتی ہے

خیالِ یار کو جگنو بنادیا گیا ہے  
تمہاری یاد کو خوشبو بنادیا گیا ہے

غُرب میں درد کو ایسے سمیٹ لائی ہوں  
اسے بھی چیختا آہو بنادیا گیا ہے

ہر ایک شے میں مجھے تُو دکھانی دینے لگا  
تجھے بھی جیسے کہ ہر سو بنادیا گیا ہے

تمہارے بنی مری ذات نامکمل تھی  
سو میرے واسطے اب تو بنادیا گیا ہے

اسی چراغ سے کتنے چراغ جلتے ہیں  
نگاہ یار کو جادو بنادیا گیا ہے

تیرے سوا مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا  
میری نگاہ کو یکسو بنادیا گیا ہے

جب کو مری دعاؤں نے تھا معتبر کیا  
اس نے مری حیات کو زیر و زبر کیا



جب کسی شخص نے ظالم کی طرف داری کی  
ہم بھی گلیوں میں نکل آئے عزاداری کی

تو جلوٹ آیا سمجھی جور و جف بھول گئے  
ہم نے تجھ یار کو دیکھا اتری دلداری کی

وقتِ رخصت تجھے نہستے ہوئے مڑ کر دیکھا  
ہم ترے حکم کو مانے، سواد اکاری کی

عشق تو سارے مذاہب سے میاں آگے ہے  
مفتشہِ محبت نے سندِ حب اری کی

عصرِ حاضر کے تقاضوں کو نبھانا تھا فرح  
سورا وایت سے ذرا ہٹ کے غزل کاری کی



یہ ظلم تو اچھا نہیں کچھ خوفِ خدا کر  
راحت تجھے ملتی ہے ہمیں نیچا دکھا کر

میں دان کروں گی تجھے قسمت کی لکھیریں  
ہر چیز چمکتی ہے ترے ہاتھ میں آ کر

آسیب کا سایہ ہے کہ ملتا نہیں سرے  
مرشد مرے ! کچھ محبزہ ردِ بلا کر

خوابوں کو سنبھالو کہ یہ سیلا بے بلا خیز  
خاشاک کی صورت ہی نہ لے جائے ہبا کر

تو میرے لیے سب سے مقدم ہے مرے دوست  
رکھتی ہوں ہمیشہ تری تو قید بڑھا کر

آئے گا وہ شہزادہ کسی خواب نگر سے  
لے جائے گا اک روز مجھے ہیر بنا کر

سمٹی ہے یونہی نکھتِ گلِ صحنِ پسمن میں  
خوشبو پہ عنایت تو کوئی بادِ صبا کر

آتا ہے فرح اس کو ہسن لفظ گری کا  
لاتا ہے وہ فنکار نئی بات بنا کر



اک تماشا ہیں آپ بھی ، ہم بھی  
کتنے سادہ ہیں آپ بھی ، ہم بھی

یوں تو اک دوسرے کے ساتھی ہیں  
پھر بھی تھا ہیں آپ بھی ، ہم بھی

کون جیتے گا اس مقابلے میں  
دل گرفتہ ہیں آپ بھی ، ہم بھی

اک کہانی جو نامکمل ہے  
اس کا حصہ ہیں آپ بھی ، ہم بھی

دیکھنے کوں پار اترتا ہے  
لب دریا ہیں آپ بھی ، ہم بھی

خون دوڑے ہے خواہشوں کی طرح  
یعنی رستہ میں آپ بھی ، ہم بھی

جس کے ساتے سے ہم گریزاں ہیں  
اس کا سایہ میں آپ بھی ، ہم بھی



تو کہے اور بس ویں ٹھہری رہوں  
کب تک دیوار سے چپکی رہوں

اس کی خواہش ہے مجھے پڑھتا رہے  
میں عبارت کی طرح لکھی رہوں

دل کہیں سے یاد کا ریشم نکال  
میں جسے اب بیٹھ کے بُنْتی رہوں

دل کی دھڑکن میں تمہاری چاپ ہے  
جی میں آتا ہے اُسے سنتی رہوں

خامشی کو کون سنتا ہے فرج  
کس لیے چپ چاپ یوں پیٹھی رہوں



یہ مر اوج دا ان اس سے بہرہ ور پہلے سے ہے  
جو بتائے گا مجھے اُس کی خبر پہلے سے ہے

تم نے کرنا کچھ نہیں، آتا ہے رہتا ہے یہاں  
ورند قائم تو یہاں حباد و نگار پہلے سے ہے

دل کو دلی کی طرح تو نے اجڑا ہے فقط  
مت سمجھ لینا کہ یہ زیر وزبر پہلے سے ہے

چلچلاتی دھوپ میں آواز دیتا ہے مجھے  
گھر کے آنکن میں کھڑا وہ اک شخبر پہلے سے ہے

یہ میرے دل میں فرح ویرانیاں پہلے سے ہیں  
تیرے جانے سے نہیں ٹونایا گھر، پہلے سے ہے



تمہارے نام پر رکھا ہوا ہے  
دیا جو بام پر رکھا ہوا ہے

تمہاری یاد ہے دھڑکن ہماری  
سودل کو کام پر رکھا ہوا ہے

تمہارا ذکر سنگ میل ہے کیا؟  
جسے ہر گام پر رکھا ہوا ہے

ہماری جان کو آیا ہوا ہے  
جو وعدہ شام پر رکھا ہوا ہے

فرح یہ عشق بھی سیل بلا ہے  
جسے آلام پر رکھا ہوا ہے

یوں نہیں ہے خود بخود بنتا گیا  
زخم پہلے بیٹھ کر سوچا گیا

دیکھ لے کیسے جدائی کھا گئی  
روپ کا جو چاند تھا، گھنا گیا

کیا سے کیا ملے برآمد ہو گئے  
یاد کی زنبیل کو الٹا گیا

اس کو بھی شہزادگی مہنگی پڑی  
ابتدا ہی میں کہیں مارا گیا

داستانِ ہجرا میں کیا درد تھا  
جس کسی نے بھی سنا، روتا گیا

دل کے لئے کامیں کچھ غم نہیں  
اس کو آنا تھا کسی پر، آگیا



در دل یوں تو زمانے سے نہاں ہوتا ہے  
ان کے کہنے پر بتاتی ہوں، کہ ہاں ہوتا ہے

میرے شانوں پر تو بھرت کی ردا تھی لیکن  
تو مرے زود فراموش کہاں ہوتا ہے ؟

میں وہ فرقت کی سید رات ہوں جس کا حاصل  
راکھ ہوتی ہے، چرانگوں کا دھواں ہوتا ہے

آبسا ہجر کہیں دل کے نہاں خانوں میں  
چشم گریہ سے یہی اشک فشاں ہوتا ہے

مولوی خاک انا لحق کو سمجھ پائیں گے  
جان جاتی ہے تو یہ راز عیاں ہوتا ہے

خوب ماہر ہوتم رلانے میں  
چین پاتے ہو دل دکھانے میں

ڈھیر ہے دل میں تیری یادوں کا  
بس یہی ہے غریب خانے میں

چچھ دعاوں کے دیپ لائی ہوں  
یہ جلاوں گی آستانے میں

لاج رکھنا مرے خدا مسیری  
اب مسدودت نہیں زمانے میں

مان ہی تو بچا کے لائی ہوں  
جس کو رکھا ہے آشیانے میں

عشق اتنا نہیں ہے سہل فرح  
وقت لگتا ہے راس آنے میں

سوچ کا پنجھی بام فلک پر ہوتا ہے  
سامنے جب وہ نور کا پسیکر ہوتا ہے

ایسا دل پر دار کیا ان آنکھوں نے  
جیسے جھیل میں پہلا کنکر ہوتا ہے

اپنی اپنی دنیا ہوتی ہے سب کی  
اپنا اپنا سب کا محور ہوتا ہے

جو دنیا کو رکھے اپنی ٹھوکر پر  
ایسا بھی اک آدھ قلندر ہوتا ہے

جو مُحفل میں مُہر بہ لَب ہو رہتے ہیں  
آن کے اندر ایک سمندر ہوتا ہے

آس کا ہجر فرح تھا میسری قسمت میں  
ہسر ہونی کا وقت مقرر ہوتا ہے



ہر ایک موڑ پہ جھیلا ہے امتحان میں نے  
سو، تیرے ساتھ گزاری ہے رایگاں میں نے

وہ اک گلاب جو تو نے مجھے دیا تھا کبھی  
سنہال رکھی ہیں اس کی بھی پتیاں میں نے

مجھے وہ چھوڑ بھی دے گا تو کچھ کھوں گی نہیں  
وہ جانتا ہے جبلادی ہیں کشتبیاں میں نے

جفا شمار ! جسے تو نے آج توڑ دیا  
اسی بھرم کو تو سمجھا تھا سائبیاں میں نے

تم اپنے ہاتھ سے پہناؤ گے تو پہنؤں گی  
بہت سنبھال کے رکھی میں چوڑیاں میں نے

یہ دل کی ضد تھی ، سوتیری طرف کھنچی آئی  
سفر تمام کیا ہے کشاں کشاں میں نے



میں ممکن ہے کوئی مجھ سا ہی پیاسا لادے  
اپنی اس اوک میں بھر کر تجھے دریا لادے

کتنی وحشت ہے مسری بھر زدہ آنکھوں میں  
نیند! اب تو ہی کوئی خواب سہانا لادے

کس میں ہمت ہے سدا پشت پہ باندھے اس کو  
عمر بھر کون ترے پیار کا وعدہ لادے

زندگی تیرے حوادث سے بہت عاجز ہوں  
سانس لینی ہے، مجھے چین کا لمحہ لادے

روز کہتا تھا فرح توڑ کے تارے لادوں؟  
آج میں نے بھی کہا ہے اسے، اچھا، لادے

جب بھی کچے گھڑے کو بھرتی ہوں  
سوہنی ! تجھ کو یاد کرتی ہوں

اہل سلطنت سے کب میں ڈرتی ہوں  
دل میں جو آئے کہہ گزرتی ہوں

آگھی کا عذاب لاحق ہے  
روز جیتی ہوں، روز مرتی ہوں

بھر خانہ خراب ہے مجھ میں  
یعنی میں بھی ابڑا دھرتی ہوں

اک تخييل مجھے ڈبوتا ہے  
اُس کی آنکھوں سے جا بھرتی ہوں

اب بھی اکش فرح اکیلے میں  
اُس ستم گر کو یاد کرتی ہوں



بے سب بے حساب عشق وے  
کون جھیلے عذاب عشق وے

بے لحاظ! خدا تجھے پوچھئے  
تیرا خانہ خراب عشق وے

میرے چھتے ہوتے سوالوں کا  
کب ملنے گا جواب عشق وے

تو صحیفہ قدیم شبدوں کا  
میں ہوں سچی کتاب عشق وے

بول کب تک فرح کو رکھے گا  
اپنے زیرِ عتاب عشق وے



محب قصہ دلگیر سے جڑی ہوئی ہوں  
میں ایک خواب کی تعبیر سے جڑی ہوئی ہوں

مرا بھی خاص تعلق ہے اس کہانی سے  
میں سیدہ ہوں مگر ہیر سے جڑی ہوئی ہوں

مری نگاہ میں اب روشنی بھری ہوئی ہے  
میں اک چراغ کی تویر سے جڑی ہوئی ہوں

ہزار شکر کہ تشنہ لبوں سے نسبت ہے  
ہزار شکر کہ زنجیر سے جڑی ہوئی ہوں

اسی لئے مرے اشعار مختلف ہیں فرح  
خن شاس ہوں اور میر سے جڑی ہوئی ہوں



دل میں اٹھتی رہی ہمک تیری  
حوالوں کو ملی گمک تیری

چھپھ تمنا رہے نہ دل میں مگر  
صرف باقی رہے لکھ تیری

دل ہے روشن خیال سے تیرے  
آنکھ میں ہے مری ، چمک تیری

حسن سوزاں ہے شمع کی لو پر  
اس کے شعلے میں ہے لپک تیری

شام اتری ہے میرے آنگن میں  
گویا جھپکی کھینچ پلک تیری

ایک آہٹ ہوئی سد بستر  
دل میں جا گی کھمیں دھدھک تیری

میں فرح ، جان کرنہ میں اٹھی  
خواب میں دیکھ کر جھلک تیری



آنکھ کا کشکول اس نے بھر دیا باہر دگر  
جاتے جاتے وہ مجھے دیکھا کیا باہر دگر

اس کو شاید تھی مسری مشکل پسندی کی خبر  
پھر وہی مسنذل ، وہی رستہ ملا باہر دگر

یہ مصمم فیصلہ تھا اب نہیں ملتا اسے  
دل اسی جانب کا تھا، سولے گیا، باہر دگر

بعد میرے اس کو میری شاعری خوش آگئی  
مل رہی ہے ، سو مجھے دادِ وفا باہر دگر

میں تو پہلے ہی فرح ٹوٹی ہوئی اندر سے ہوں  
تم کوئی دھوکہ نہ دینا اب نیا باہر دگر



بہار کم ہے تو سرو سمن ادھورے میں  
ترے بغیر یہ سارے سخن ادھورے میں

تمارے تجدر میں ایسے گمان ہوتا ہے  
یہ چاند رات ، ستارے ، لگن ادھورے میں

مجھے جو پار پے تو نے عطا کئے ، خود ہی  
کبھی تو زندگی ان کو پہن ، ادھورے میں

ترے بغیر یہ سولہ سنگھار بے معنی  
کسے بتاؤں گی میرے شگن ادھورے میں

فرح بتائیے تجدر یہ کس طرح کی ہے  
کہیں پہ آنکھیں کہیں پر دہن ادھورے میں



سالنوں میں اک شور بپا ہے  
کوئی من میں بول رہا ہے

رات گنے کچھ آس بندھی ہے  
دور تکیں اک دیپ جلا ہے

لگشن لگشن پھول کھلے میں  
لیکن اس کی بات جدا ہے

پر یم سفر میں میرے ہدم  
ایک سمندر، ایک گھڑا ہے

اس فرقت کے زور کے آگے  
کوئی کب تک ٹھہر سکا ہے

مسیری آنھیں دیکھ رہے ہو؟  
یہ الفت کا خمیازہ ہے

دیکھ لو ساجن تم نہیں آتے  
پورا ساون بیت چکا ہے

میں کوئی ہوں پر یہ نگر کی  
اور مسیری آواز جدا ہے



بکھی شراب، بکھی ساغروں نے رقص کیا  
تمہارے بھر میں سب دل جلوں نے رقص کیا

وہ عشق تھا کہ بسمی راستے سمنٹنے گئے  
وہ شوق تھا کہ وہاں منزلوں نے رقص کیا

غلی میں حسن کی جلوہ نمائی ہو رہی تھی  
کواڑ کھلتے گئے، روزنوں نے رقص کیا

پھر ایک روز وہی خوش جمال سامنے تھا  
وہ سرخوشی تھی کہ سب آئیںوں نے رقص کیا

پچھا دیے گئے رستے میں اس کے پھول ہی پھول  
دفورِ شوق میں جسم کر گلوں نے رقص کیا

فرح یہ دل بھی کہاں میرے اختیار میں تھا  
شب وصال مری دھڑکنوں نے رقص کیا



پا رے جا رہی تھی جب کہ من آنم کہ من دا نم  
یہ کھلتا جا رہا تھا تب کہ من آنم کہ من دا نم

تجھے لگتا ہے یہ ہدم کوئی خامی نہیں مجھ میں  
مگر میں جانتی ہوں سب کہ من آنم کہ من دا نم

کسی کی دین تھی جو روشنی آنکھوں میں رقصائ تھی  
کسی کا فیض تھا اس شب کہ من آنم کہ من دا نم

مرے مولانے رکھا ہے فرح قائم بھرم مسیرا  
نہیں مجھ میں کوئی بھی ڈھب کہ من آنم کہ من دا نم

پھر وہ کم بخت کوئی حشر اٹھانے لگا ہے  
گاہے گاہے جو مرے خواب میں آنے لگا ہے

داتاں گو! تو اسے رنج کی وادی سے نکال  
تو کہانی کو یہ کس موڑ پر لانے لگا ہے

دل تو اس عشق پر نالاں ہے مگر میں خوش ہوں  
کتنا بے کیف تھا جیون جو ٹھکانے لگا ہے

زندگی درد کے گھبیل سے بکل آئے گی  
اک سرا ہے جو مسرے ہاتھ آنے لگا ہے



کیا منظر امنظھار ہے قسمے  
تو بھی کیا دلدار ہے قسمے

پھر اس جال میں آجاتی ہے  
دلڑی اوگن ہار ہے قسمے

تورے بنامن موہن متوا  
سو نا سب سنوار ہے قسمے

خطبٹ کا بندھن ٹوٹ رہا ہے  
اندر چیخ پکار ہے قسمے

عشق فرح آباد رہے گا  
دھن دولت بے کار ہے قسمے

## فردیات

بے چینیوں کا حل ہے درود وسلام میں  
مشکل پڑے تو نادِ علیٰ پڑھ لیا کریں

آدمی دل میں اگر بعض علیٰ رکھتا ہو  
دعویٰ نسبتِ احمد بھی عبث ہے اس کا

کون آیا ہے جری حضرت عباسؓ کے بعد  
کس نے یوں رسم بھائی ہے وفاداری کی

اب بھی آنکھوں میں جھانکتی ہے فرح  
دل میں رکھے ہوئے چراغ کی لو

تجھے خبر ہی کہاں ہے کہ یہ تری مسکان  
چہار سو تری خوشبو بکھیر دیتی ہے

میں تیرے بعد خود کو بھی یکجا نہ رکھ سکی  
پچھے خواب تھے جو ٹوٹ گئے کھینچ تان میں

لنجے سے چھلکتی ہے یہ کم بخت محبت  
خوشبو بھی کبھی ہار چھپانے سے پچھی ہے

جسم سی گئی میں اب تو تری ریکڑا ر پر  
آنکھوں میں انشار نے خیے لگ لیے

میسری آنکھوں کا دم نکلتا ہے !  
ان سے حیرت نکال دی جائے

وہاں پر نور کی اک کہکشاں بچھی ہوتی تھی  
وہ مہربان ہمارے جہاں جہاں ٹھہرے

کب تک یہ ترے بیار کی گھٹڑی اٹھاؤں میں  
پھرتی ہوں اپنے ساتھ جو وعدہ لیے ہوئے

دھڑکنوں میں فرح وہ شامل ہے  
اس کے قدموں کی چاپ سنتی ہوں

ہم اپنے پچ انھی خامشی کو رکھیں گے  
سو، طے یہی ہے کہ اب گفتگو نہیں ہوگی

اس نے بھی بے دلی سے کیا تھا مجھے سلام  
میں نے بھی حال پوچھ کے جدت تمام کی

بام فلک سے اترے، زمیں کے نہیں رہے  
تیرے بغیر ہم بھی کہیں کے نہیں رہے

مچھ کو اے جانِ غزل اب تو یہی لگتا ہے  
عمر گزرے گی یونہی یاد کاریشم بنتے

لاؤ ! رعنائیاں بھرول ان میں  
آنئنے رو برو کرو میرے